© rasailojaraid.com

محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ امینیہ

دسویں صدی ہجری کا ایک فقہی مخطوطہ

مخطوطہ کی کیفیت

فتاویٰ امینیہ کا یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں ہے اور اس کا نمبر ۴۹۶۸ ہے۔

نام مصنف : محمد امین بن عبداللہ۔

نام کاتب : حمید عرف ابراہیم۔

سطور فی صفحہ : ۱۹

کل اوراق معہ فہرستِ مضامین : ۲۰۵

سائز : ۱۰٫۲" × ۶٫۵" = ۲۸٫۳ × ۱۶ سم

خط : نستعلیق شکستہ آمیز

عنوانات و مباحث سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں

ورق ۲، ۷، ۸، ۹ اور آخری دو ورق بیاض۔

مخطوطہ فارسی زبان میں ہے لیکن جہاں جہاں مصنف نے اپنی تائید میں عربی کتابوں کے حوالے دیے ہیں، وہاں ان کتابوں کی اصل عربی عبارت درج کی ہے۔

فتاویٰ کے تعارف کے سلسلے میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس میں حصۂ عبادات کی نسبت حصۂ معاملات زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مخطوطہ کے نسخے

جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے اس مخطوطہ کے نسخے پوری دنیا میں صرف تین مقامات پر پائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتے ہیں اور اتفاق سے یہ تینوں مقامات برصغیر پاک و ہند میں واقع ہیں۔ یعنی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، حیدر آباد دکن اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اس کے دو نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نمبر ۱۰۴ ہے اور دوسرے کا ۱۰۷۔ نسخہ نمبر ۱۰۴ الخط طبعی مائل بہ نستعلیق بر کاغذ ختائی۔ مکتوبہ ۱۰۳۴ھ، اور کاتب کا نام ساقی محمد بن میرزا قول حسین سمرقندی ہے جملہ صفحات ۲۹۵ اور سطور فی صفحہ ۲۱ ہیں۔

نسخہ ۱۰۷ الخط نسخ معمولی۔ مکتوبہ ۱۰۷۲ھ ہے۔ کاتب کا نام مرقوم نہیں۔ کل اوراق ۱۷۰ اور سطور فی صفحہ ۲۴ ہیں[1]

اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں ہے (جس کا نمبر ۱۰۳۶ ہے) اور اس کی فہرستِ کتب میں اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

" فقہ کے مختلف عنوانات پر یہ ایک مختصر مگر جامع فتاویٰ ہے، جو دسویں ہجری میں غالباً ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء کے فوری بعد معرضِ تصنیف میں لایا گیا۔ اس سال کا حوالہ قلمی نسخہ کے ورق ۱۶۸ پر دیا گیا ہے۔ مصنفِ فتاویٰ، اپنا نام امین بن عبید اللہ مومن آبادی البخاری بتاتے ہیں۔ اپنی اس کتاب میں انھوں نے مشہور فقہی مجموعوں کے حوالے دیے ہیں۔ بالخصوص مختار الاختیار سے بکثرت حوالے دیے گئے ہیں۔ موجودہ نسخہ دسویں ہجری کے آخر میں، بخارا میں میر عرب کے مشہور مدرسہ میں نقل کیا گیا۔ کاتب کا نام درویش محمد ابن احمد بخاری ہے۔ نسخہ کی ابتدا۔ یا دائم للفضل علینا بتوفیق مع امدادک الخ کے الفاظ سے ہوتی ہے[2]"

اس کتاب کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے، جو اس وقت ہمارے پیشِ نگاہ ہے۔

یونیورسٹی لائبریری کا مخطوطہ اور اس کی کتابت

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا جو مخطوطہ اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس کی کتابت حمید عرف

---

[1] فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ (حصہ دوم) مخزونہ کتب خانۂ آصفیہ۔ حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۳۵۷ھ۔ ص ۱۴۰۔

[2] کیٹلاگ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال۔ جلد دوم (حصہ فارسی) از ایوانیو (نسخہ ۱۰۳۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابراہیم بن سید بھیکہ بن سید ابوالخیر نے کی وہ ہفتہ کی شب ۲ صفر ۱۰۸۹ھ کو اس کی کتابت سے فارغ ہوا۔ مقامِ کتابت دارالخلافہ شاہ جہان آباد (دہلی) ہے۔ اس زمانے میں عالمگیر تختِ ہند پر متمکن تھا اور اس کا سالِ جلوس ۲۱ تھا۔ اس ضمن میں مخطوطہ کے آخر میں کاتب کی طرف سے یہ عبارت درج ہے:

الحمد للہ الذی وفقنی بکتابۃ ھذہ النسخۃ المسماۃ بالفتاویٰ الامینیۃ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ اجمعین۔ قد وقع الفراغ من کتابۃ ھذہ النسخۃ بعون الملک الوھاب وقت العشاء من لیلۃ السبت فی تاریخ الثانی من شھر صفر۔ ختمہ اللہ تعالیٰ بالخیر والظفر من سنۃ الف وتسع وثمانین من الھجرۃ النبویۃ بید العبد المفتقر الی اللہ الھادی حمید عرف ابراھیم بن سید بھیکہ بن سید ابوالخیر بن سید سعد اللہ بن سید پیارہ الحسینی الجائسی۔ اللّٰھم اغفر لہ ولوالدیہ ولاجدادہ ولجمیع المسلمین وما لکھا کاتبھا المذکور یرجو من ینفع بھذہ النسخۃ ان یدعو بدعاء الخیر وکتبہ فی دار الخلافۃ المتبرکۃ شاہ جہان آباد فی سلطنۃ شاہ عالمگیر خلد اللہ تعالیٰ سلطنتہ وادام اللہ تعالیٰ علی العدل والانصاف ۲۱ جلوس والا۔

ابتدائیہ

اس کتاب کے ابتدا میں مصنف نے بطور تمہید کے یہ سطور تحریر فرمائی ہیں:

یادا ئمًا للفضل علینا بتوفیق محامدک ویا باسطًا لایدینا لتمنیو وسائلک اھدنا ھدایۃ کافیۃ علیٰ وجہ الکتابۃ واختم علیٰ خیر امورنا من البدایۃ الی النھایۃ وصل علیٰ خلاصۃ الاصفیاء وسید الاتقیاء محمد سید المرسل والانبیاء وعلیٰ آلہ واصحابہ الاذکیاء والاولیاء سیما الخلفاء الراشدین الذین نوروا العالم بضیاء الملۃ البیضاء وبعد فیقول العبد الفقیر الی اللہ الھادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد امین بن عبد اللہ المومن آبادی لما صرفت معظم عمری وعنفوان شبابی فی ملازمة الفقہاء الماہرین فی البلدة الفاخرة بخارا بتصویر الوقائع وتحقیق الحوادث سألنی کثیر من الفضلاء والجم الغفیر من الاذکیا لحسن ظنہم فی صرف الہمة الی تصویر الوقائع التی وشمت بتوقیع ذلک العلماء ومن یتدبروا بانہا علی وجہ لاریب فیہا لاحد من الادباء وکنت اعرضت عن احوالہ لفساد الزمان والشامة للھجرة ونشر الاعداء والاوطان حتی کثر مسائلتہم والحوا منی من افعہم شرعت فی ذلک المرام لیکون تبصرة للمحصلین من الخلان وتذکرة للعارفین من الاقران واسأل اللہ التوفیق علی الاتمام وبیدہ ازمة التحقیق والانعام وسمیتہ بالامینیة لما فیہ من الودائع الیقینیة یا ناظر اسأل باللہ رحمة علی المصنف واستغفر لوالدیہ۔

فہرستِ مضامین

مخطوطے کے آخر میں فہرست مضامین ہے، جو "فہرست فتاویٰ امینیہ" کے عنوان سے مندرجہ ذیل ترتیب سے درج ہے:۔

کتاب الطہارة۔ کتاب الصلوٰة۔ کتاب الزکوٰة۔ کتاب الصوم[۱]
کتاب النکاح۔ کتاب الرضاع۔ کتاب الطلاق۔ کتاب العتاق۔
کتاب الایمان۔ کتاب البیع۔ کتاب الشفعة۔ کتاب القسمة۔
کتاب الھبة۔ کتاب الاجارة۔ کتاب العاریة۔ کتاب الودیعة
کتاب الغصب۔ کتاب الرھن۔ کتاب الکفالة۔ کتاب الحوالة۔
کتاب الوکالة۔ کتاب الشرکة۔ کتاب المزارعة والمساقاة

۱؎ کتاب کے متن میں کتاب الصوم کے آگے کتاب الحج ہے، جو صرف آدھے صفحے پر مشتمل ہے۔ کتاب الحج، فہرستِ مضامین میں درج نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب احیاء الاموات - کتاب الوقف - کتاب الکراہیۃ - کتاب الاشربۃ کتاب الذبائح - کتاب الاضحیۃ - کتاب الصید - کتاب اللقطۃ واللقیط - کتاب المفقود - کتاب القضایا - کتاب الشہادۃ - کتاب الاقرار - کتاب الدعوٰی - کتاب الصلح - کتاب الحدود - کتاب الجہاد - کتاب الجنایات - کتاب الدیات - کتاب الحیطان - کتاب الاکراہ - کتاب الحجر والاذن - کتاب الوصایا -

مصنفِ فتاویٰ -

اس فتاویٰ کے مصنف کے بارے میں سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کا نام محمد امین ہے اور یہ بخارا میں رہے ہیں۔ مصنف نے مقدمہ کتاب میں خود ہی اپنے بارے میں یہ وضاحت کی ہے کہ انھوں نے یعنی محمد امین بن عبداللہ مومن آبادی نے اپنی عمر اور دورِ شباب کا بہت بڑا حصہ بخارا میں اجلۂ فقہا کی صحبت و مجالس میں گزارا اور مسائلِ فقہ اور علومِ متداولہ سے خاص تعلقِ خاطر پیدا ہوگیا تو فضلائے زمانہ کی بہت بڑی تعداد اور اذکیائے عصر کے جمِ غفیر نے ایک خاص نوع کے علمی حسنِ ظن کی بنا پر ان سے کہا کہ وہ مسائلِ فقہی اور علما کے مہر شدہ فتاویٰ کی جمع و تدوین کے لیے کمرِ ہمت باندھیں - چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا -

اب سوال یہ ہے کہ مصنف درحقیقت کس خطہ کے رہنے والے ہیں اور یہ کتاب انھوں نے کہاں تصنیف کی ؟ مقدمۂ کتاب ، ترتیب کتاب ، مصنف کے نام اور مختلف نسخوں کے کاتبوں کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف برصغیر پاک و ہند ہی کے کسی علاقے کے باشندے ہیں اور انھوں نے یہ کتاب طویل عرصہ فقہائے بخارا کی علمی مجالس سے مستفید ہونے کے بعد تصنیف کی - پھر اس کتاب کے مختلف نسخے ، صرف برصغیر کے کتب خانوں سے دستیاب ہوتے ہیں اور کسی ملک کی فہرست کتب سے کم از کم میں ان کے بارے معلومات حاصل کرنے سے قاصر رہا ہوں -

جس زمانے (۹۴۸ھ - ۱۵۴۱ء) میں یہ کتاب تصنیف کی گئی وہ ہندوستان میں مغل حکمران ہمایوں کی حکومت کا زمانہ ہے - وہ علما و فقہا کا بڑا قدردان تھا - ممکن ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فتاویٰ امینیہ کے مصنف اسی زمانے میں یا اس سے قبل بابر کے عہد میں حصولِ علم کی غرض سے بخارا گئے ہوں اور وہاں سے واپس ہندوستان آکر انھوں نے یہ کتاب تحریر کی ہو۔

مآخذ

فتاویٰ امینیہ حنفی مسائل فقہ کو محیط ہے اور اس کے مآخذ وہی کتابیں ہیں جو حنفی فقہ پر مشتمل ہیں۔ مثلاً فتاویٰ قاضی خان، الواقعات الحسامیہ، فتاویٰ شیبانی، علامہ سرخسی کی المبسوط فتاویٰ ابو اللیث، المحیط، المنیہ، شرحِ وقایہ اور مختار الاختیار وغیرہ کتبِ فقہ۔

بیاض

پیشِ نگاہ مخطوطہ تین مقامات سے ناقص ہے اور [illegible]ں بیاض چھوڑے گئے ہیں۔ دیگر کتبِ فقہ کی طرح یہ فتاویٰ کتاب الطہارۃ سے شروع ہوتا ہے لیکن کتاب الطہارۃ کا پہلا ورق (یعنی ورق ۲) اس میں موجود نہیں۔ یہاں ایک خالی ورق لگایا گیا ہے۔

دوسرا نقص کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ کتاب الصلوٰۃ (جیسا کہ عنوان کے شروع میں وضاحت کی گئی ہے) دس فصول پر محتوی ہے لیکن درج ذیل پہلی چار فصلیں اس میں موجود نہیں۔

الفصل الاول فی الاوقات والاذان۔

الفصل الثانی فی شرائط الصلوٰۃ وارکانہا۔

الفصل الثالث فی الامام والمسجد والمسبوق۔

الفصل الرابع فی المفسدات والمکروہات۔

ان چار فصول میں سے صرف دو سطریں فصلِ اوّل کی اور ایک آخری صفحہ فصل رابع کا البتہ کتاب میں موجود ہے۔ باقی تین ورق (۷، ۸، ۹) خالی ہیں۔

مخطوطہ کے آخر میں کتاب الوصایا ہے۔ اس کے بھی دو آخری ورق ناقص ہیں۔

اب ذیل میں اس کے بعض مضامین کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے تاکہ معززِ قارئین کو اس کے محتویات و مشمولات کا اندازہ ہو سکے۔

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ ورق ۱۶ سے شروع ہو کر ورق ۱۸ پر ختم ہوتی ہے اور تین فصول پر مشتمل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(کتاب الزکوٰۃ مشتمل علی ثلثۃ فصول) پہلی فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کس قسم کے مال پر واجب ہوتی ہے۔ (الفصل الاول فی انہ علی ای مال وجب الزکوٰۃ) دوسری میں مصارفِ زکوٰۃ کی وضاحت کی گئی ہے۔ (الفصل الثانی فی المصارف) تیسری میں عشر، خراج اور صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ (الفصل الثالث فی العشر والخراج وصدقۃ الفطر)۔

کیا مال حرام سے زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے؟

فصل اوّل کے شروع میں یہ سوال پیدا کیا گیا ہے کہ از روئے شرع مال حرام سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں۔ مصنف جواب دیتے ہیں۔ نہیں! اس ضمن میں مصنف کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

وما قولہم رضی اللہ عنہم در آنکہ اگر شخصے را اموال حرام جمع شدہ باشد، خواہ مالکِ آن معلوم باشد و خواہ نباشد۔ شریعت بروے زکوٰۃ باشد بلا سبب شرعی یا نے۔؟ نے۔! واللہ اعلم۔

استفتا کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس مالِ حرام جمع ہو اور اس کے اصل مالک کا پتہ معلوم ہو یا نہ ہو، شرعی اعتبار سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔؟ مصنف فرماتے ہیں۔ نہیں واجب ہوگی۔!

مصنف نے اس جواب کی وضاحت ایک دوسری کتاب کی عربی عبارت درج کر کے اس طرح کی ہے۔

من اسباب وجوب الزکوٰۃ الذی ہو فی المال ان یکون المال حلالا لانہٗ اذا کان حراماً فلا یخرج من وجہین۔ اما ان یکون لہ خصم حاضر فیردہ علیہ واما ان لا یکون لہ خصم حاضرا۔ فیعطیہ الی الفقراء کلہ ولا یحل منہ قلیل ولا کثیر۔ فالزکوٰۃ انما یکون فی المال الحلال[1]۔

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ زکوٰۃ اُس مال سے واجب ہوتی ہے جو صاحبِ مال کے لیے حلال ہو۔ جب وہ اس کے لیے حرام ہوگا تو اس مال سے دو وجوہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی

---

[1] ورق ۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے گی۔ اوّل یہ کہ اس مال کا اصل مالک موجود ہے، اگر موجود ہے تو اس کے سوا دوسرا کوئی شخص اس کا حق دار نہیں۔ لہٰذا وہ مال اسے لوٹا دیا جائے۔ دوم یہ کہ اصل مالک موجود نہیں۔ اس صورت میں جس شخص کے قبضے میں یہ مال ہے، وہ اس سارے مال کو فقرا میں تقسیم کر دے۔ اس میں سے کم یا زیادہ مقدار میں اس کے لیے حلال نہیں۔ اور زکوٰۃ حلال مال سے ہی ادا کی جا سکتی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ میں سے ایک مصرف

کتاب الزکوٰۃ کی دوسری فصل میں جو مصارفِ زکوٰۃ (الفصل الثانی فی المصرف) کو محیط ہے اس سلسلے کے متعدد مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی اہلِ علم کے پاس دو سو درہم کی کتابیں ہوں (دو سو درہم کی رقم نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ جاتی ہے) اور وہ کتابیں تجارت و فروخت کے لیے نہ ہوں بلکہ درس و تدریس اور مطالعہ کے لیے ہوں اور اس شخص کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ و صدقہ قبول کرنا جائز ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کتابیں حدیث کی ہوں یا فقہ کی یا ادب کی۔ چونکہ وہ مطالعہ و درس کے لیے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت اس لباس کی سی ہوگی جو کسی نے پہن رکھا ہو لیکن اگر کتابیں ضرورت سے زائد ہوں تو صدقہ قبول کرنا جائز نہ ہوگا۔ اس ضمن میں فتاویٰ کے الفاظ یہ ہیں:

وما قولهم رضی الله عنهم - در آنکہ طالب علم کتب دارد کہ قیمتِ آں بنصاب میرسد و بایں کتب احتیاج دارد بجہت قرأت و درس لشریعت او را گرفتن زکوٰۃ جائز باشد؟ باشد۔ والله اعلم۔

رجل له کتب العلم ما يساوی مائتی درهم يحل له ان ياخذ الزكوٰة ان كانت الكتب مما يحتاج اليها للحفظ والدرس والصحيح لا يكون نصاباً وحل له اخذ الصدقة فقهاً كان او حديثاً او ادبياً لانه مشغول بحاجته فصار كثياب اللبس وان كان زائداً على قدر الحاجة لا يحل له اخذ الصدقة۔[1]

---

[1] ورق ۱۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زکوٰۃ کا ایک اور مصرف

بعض اوقات بعض افراد کی ظاہری حالت لوگوں کو دھوکے میں ڈال دیتی ہے اور ان پر استغنا کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کے باطن میں جھانک کر دیکھا جائے تو وہ مستحق زکوٰۃ و صدقہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا اندازِ زیست اس قسم کا ہوتا ہے کہ کسی کو ان کی تنگدستی اور احتیاج کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ بظاہر ان کے پاس مکان، خدام، سامانِ زیست، پہننے کے لیے لباسِ گوناگوں اور اسباب و امتعہ سب چیزوں کی فراوانی ہوتی ہے، مگر درحقیقت وہ نادار ہوتے ہیں۔ ان کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھانا اور انھیں زکوٰۃ دینا چاہیے جب تک کہ وہ مالی لحاظ سے خود زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہ ہوجاتیں۔ اس بارے میں الفصل الثانی فی المصرف میں مصنف فتاویٰ لکھتے ہیں :-

ما قولهم رضی اللہ عنہم۔ درآنچہ با وجود آنکہ شخصے را مسکن و خادمان و چیزہا در کد خدائی بآں احتیاج دارد از امتعہ و طبق و گلیم و جامہا پوشیدنی و سلاح و غیر آں و غیر ایں اشیا می دارد کہ مالکِ نصاب شود، نباشد در را بشریعت باین شخص زکوٰۃ دادن بہ او جائز باشد یا نے ؟ بینوا توجروا۔ باشد واللہ اعلم۔

ولا باس بصرف الزکوٰۃ الی من لہ مسکن وخادم ومالا یستغنی عنہ فی الکل ما لابد منہ من الاثاث والامتعۃ وثیاب البذل والسلاح ونحو ذلک مالم یملک ذلک نصابا اومایساوی نصابا سواءً کان للتجارۃ اولم یکن مختص لہ [1]

کتاب النکاح

چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے عورت کے نکاح کی شہادت

کتاب النکاح میں مصنفِ فتاویٰ نے اس موضوع سے متعلق متعدد مسائل بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت چہرے پر نقاب لٹکائے ہوئے ہو اور گواہوں کے سامنے اس طرح بیٹھی ہو کہ وہ اسے دیکھ اور پہچان نہ سکتے ہوں اور جس شخص سے وہ نکاح کی خواہاں ہے وہ بھی مجلس میں موجود ہو۔ اب گواہوں کی موجودگی میں وہ مرد اور باپردہ عورت ایک دوسرے کے

© rasailojaraid.com

[1] ورق ۱۷

© rasailojaraid.com

نکاح میں آجائیں اور یہ کہیں کہ ہم آپس میں بیوی خاوند ہیں تو ان کی بات ازروئے شریعت صحیح ہوگی اور ان کا عقد اور گواہوں کی موجودگی میں (اگرچہ گواہ عورت کو نہ پہچانتے ہوں) ان کا ایجاب وقبول بالکل صحیح اور نافذ سمجھا جائے گا۔ مصنف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وما قولہم رضی اللہ عنہم - درآنکہ زید، زینب حاضرہ متنقبہ را بزنی خواست و زینب نفسِ خود را بزنی بزید داد بحضور شہود عدول۔ بشریعت بینہما عقد نکاح منعقد شدہ باشد؟ شدہ باشد۔ واللہ اعلم۔

وان کانت المرأۃ حاضرۃ الا انہا متنقبۃ لا یعرفہا الشہود۔ فقال الزوج تزوجتہا فقالت امرأۃ زوجت جاز۔ ہو المختار [۱]

نکاح خواں صغائر کے نکاح کی اُجرت نہیں لے سکتا۔

اس سلسلے میں مصنف نے ایک سوال یہ پیدا کیا ہے کہ نکاح خواں اگر چھوٹی عمر کے لڑکے لڑکیوں کا نکاح پڑھائے تو ان سے اُجرت لے سکتا ہے یا نہیں؟ مصنف اس کا جواب دیتے ہیں کہ نہیں لے سکتا۔ کیونکہ نکاح خوانی اس کے فرائض میں داخل ہے مصنف فرماتے ہیں:۔

ما قولہم رضی اللہ عنہم - درآنکہ قاضی را در نکاح صغائر بشریعت اُجرت گرفتن حلال باشد یا نے۔؟ نے۔! واللہ اعلم

اخذ القاضی الاجرۃ فی نکاح الصغائر لیس بجائز لانہ واجب علیہ [۲]

کم سن لڑکی کا نکاح غیر کفو میں صحیح نہیں

کتاب النکاح میں مصنف فتاویٰ نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ کم عمر لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر دے تو ایسا نکاح شرعی لحاظ سے صحیح متصور ہوگا یا نہیں۔؟ مصنف لکھتے ہیں۔ یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔ الفاظ یہ ہیں:۔

وما قولہم رضی اللہ عنہم - درآنکہ بر تقدیر کہ زید پدر زینب صغیرہ، زینب را بعمرو کہ غیر کفوِ زینب است، دہد، بشریعت ایں نکاح جائز باشد یا نے۔؟ نے۔ واللہ اعلم۔

اس کی تائید میں فتاویٰ ابواللیث کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

---

[۱] ورق ۲۱

[۲] ورق ۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الا ب لو زوج صغیرۃ من غیر کفو له یجز[1]

یعنی اگر باپ کم سن لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو جائز نہیں ہو گا۔

کتاب الطلاق

کتاب الطلاق آٹھ فصلوں پر مشتمل اور سترہ اوراق کو محیط ہے اور اس موضوع سے متعلق اس میں تمام تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

اگر طلاق کی گنتی میں شک پڑ جائے۔

اس میں ایک مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہو اور بعد میں اسے شک پڑ جائے کہ معلوم نہیں ایک طلاق دی ہے یا تین طلاقیں تو شک کا فائدہ مطلقہ بیوی کو پہنچے گا۔ اور فقہی لحاظ سے یہ ایک ہی طلاق متصور ہو گی۔ مصنف بصورت استفتا تحریر فرماتے ہیں:-

وما قولهم رضی اللہ عنہم ۔ درآنکہ زید را شک است دریں کہ زوجۂ وے سہ طلاق است یا یک طلاق۔ بشریعت تا یقین نشود زید را کہ سہ طلاق است یا ظن غالب نشود او را بہ سہ طلاق بودن، ایں زن بشریعت زوجۂ زید شود و او را زائد از یک طلاق شود یا نے؟ ۔ نے ۔ا واللہ اعلم۔

مصنف کا جواب یہ ہے کہ طلاق کی گنتی میں شک پڑ جانے کی صورت میں طلاق ایک ہی شمار ہو گی، اس سے زیادہ شمار نہ ہو گی۔

اپنے جواب کی تائید میں مصنف نوادر ابن سماعہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی نوادر ابن سماعۃ عن محمد اذا شك انه طلق واحدۃ او ثلاثا فهی واحدۃ حتی یتیقن او یکون اکثر ظنه علی خلافه[2]

یعنی جب تک مرد کو یقین نہ ہو جائے کہ بلاشبہ طلاقیں تین ہی تھیں ایک نہ تھی یا اس کا غالب ظن تین کا ہو، ایک ہی طلاق شمار ہو گی۔

شوہر غائب ہو تو بیوی کے اخراجات کون ادا کرے؟

کتاب الطلاق کی آٹھویں فصل میں مصنف فتاویٰ نے یہ مسئلہ موضوع بحث ٹھہرایا ہے کہ کسی عورت کا شوہر

---

[1] ورق ۲۳ ب

[2] ورق ۳۱ ب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غائب ہو تو اس کے اور اس کے بچوں کے نان و نفقہ کی کیا صورت ہوگی اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری کس پہ عائد ہوگی۔؟ مصنف فرماتے ہیں۔ عورت کے شوہر کا باپ اس کو اور اس کے بچوں کو نان و نفقہ مہیا کرے گا۔ اگر باپ انکار کرے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کے اخراجات کی کفالت کرے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس قسم کی ذمہ داری "اقرب" پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ باپ بحیثیت باپ کے بیٹے کا اقرب ہے۔ لہٰذا وہی اس کی بیوی بچوں کے اخراجات برداشت کرے گا۔ مصنف کے الفاظ یہ ہیں :۔

زید پسر عمرو غائب است و زینب زوجۂ زید احتیاج بنفقہ دارد و زید برائے او نفقہ نگزاشتہ است۔ بشریعت نفقۂ زینب بر عمرو باشد۔

مصنفؒ اس کی تائید میں فقہ کی کسی کتاب کا نام لیے بغیر اس سے درج ذیل عبارت نقل کرتے ہیں :

یجب الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدھا وکذا الام علی نفقۃ الولد یرجع بھا علی الاب وکذا الاجداد اذا غاب الاقرب[1]۔

اگر غائب شدہ شوہر کا کوئی غلام ہو؟

مصنف نے اس سلسلے میں ایک بات یہ لکھی ہے کہ اگر شوہر غائب ہو اور اس کا کوئی غلام یا ملازم موجود ہو، تو عورت کو چاہیے کہ اس کی اطلاع قاضی کو دے۔ قاضی کا فرض ہے کہ وہ اس غلام کو حکم دے کہ وہ محنت مزدوری کرے یا کوئی کاروبار کرکے اپنے مالک کی بیوی کے اخراجات پورے اور اس کے اور اس کے بچوں کے لیے نان و نفقہ مہیا کرے۔ الفاظ یہ ہیں :۔

زید از نزد زینب زوجۂ خود بے نفقہ غائب شدہ است و زید را غلام مملوک کاسبی ہست۔ بشریعت رسد قاضی، سلام را کہ بالتماس زینب، ایں غلام را فرماید تا از کسب خود برائے نفقہ زینب چیزے دہد۔

مصنف نے اس کی تائید میں فتاویٰ السراجیہ اور الناصریہ کی حسب ذیل عبارت درج

---

[1] ورق ۴۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہے :-

فی الفتاوی السراجیۃ والناصریۃ لامرأۃ الغائب زوجہا، ان یرفع الامر الی القاضی حتی یامر عبد الغائب ان ینفق علیہا من کسبہ[1]

اگر شوہر مال و دولت چھوڑ گیا ہو

اس ضمن میں مصنف کتاب، فتاوی ظہیریہ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ اگر غیب شدہ شوہر کا کوئی مال و دولت یا جائداد بصورت جنس یا نقدی ہو تو عورت کو چاہیے کہ قاضی کی طرف رجوع کرے اور اسے جائداد کی تفصیلات سے آگاہ کرے۔ اگر یہ بات قاضی کے علم میں آجائے تو قاضی کا فرض ہے کہ دو چیزوں کے ثابت ہو جانے کے بعد اس جائداد سے عورت کے نان و نفقہ کا انتظام کر دے۔ ایک یہ کہ کیا فی الواقع یہ جائداد یا مال و دولت اسی غائب شدہ آدمی کی ملکیت ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ عورت اسی کی منکوحہ ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہو جائیں تو وہ اس مال سے اپنے اخراجات پورے کرنے کی مستحق ہو جاتی ہے۔

اس مسئلے کے متعلق فتاوی امینیہ کے مصنف کے الفاظ یہ ہیں :-

زید از نزد زینب زوجۂ خود بے نفقہ غائب شدہ است و زید را نزد خالد مالے ہست از جنس، زینب از قاضی التماس مے کند کہ نفقہ اورا دریں مال زید فرض کند و قاضی عالم است بایں کہ زینب در نکاح زید است وایں مال زید است، بشریعت رسد۔ قاضی اسلام را کہ بعد از انکہ زینب را سوگند دہد کہ برائے وے نفقہ نگذاشتہ است۔ نفقہ زینب را دریں مال فرض کند۔ واللہ اعلم۔

اس کی تائید میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ فتاوی ظہیریہ کی یہ عبارت درج کرتے ہیں :-

اذا غاب الزوج ولہ مال حاضر وطلبت المرأۃ النفقۃ، فرض لہا القاضی بالنفقۃ اذا علم بالنکاح لان ہذا ایفاء لیس بقضاء لان القاضی عرف سبب النفقۃ وھو النکاح لکن بشرط ان ینظر الغائب وذالک ان یحلفہا انہ لم یعطہا نفقۃ[1]

(باقی آئندہ)

---

[1] ورق: ۲۶ ب

© rasailojaraid.com